تفسیر احمد

سُورَةُ النَّصر

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «النصر» کا تفسیر و ترجمه

تصنیف: امین الدین « سعیدي - سعید افغانی»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ النصر

جزء (30)

یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی اس کی تین" ۳ " آیات ہیں

وجہ تسمیہ:

اس سورہ کا نام"نصر" اس لیے رکھا گیا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾"اور اس سے مراد فتح مکہ ہے، یعنی وہ عظیم فتح جو فتح المفتوح کہلائی،بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ: اس سے مراد فتح مکہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک عمومی فتح ہے جو اسلام کے مقدس دین کی ہے۔

اس سورت کے دیگر نام:

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ: اس سورت کو "تودیع" بھی کہا جاتا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ: رسول اللہ ﷺ اس کے نزول کے بعد صرف ستر دن تک حیات رہے، اور ۱۰ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں خالق حقیقی سے جاملے۔

ابن عباس ؓ کہتے ہیں: یہ نزول کے لحاظ قرآن کریم کی آخری سورہ ہے، ابن عمرؓ کہتے ہیں: یہ سورت رسول اللہ ﷺ پر ایام تشریق کے وسط میں نازل ہوئی، اس لیے آپؐ کومعلوم ہوا کہ پیغام الوادع ہے، اس وقت آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصوی پر سوار ہوئے اور اپنا مشہور خطبہ دیا، جو حجتہ الوادع کا خطبہ ہے، اس سورت کی فضیلت کے بارے حدیث میں ہے کہ: "اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ قرآن کے چوتھائی حصہ کے برابر ہے"۔

سورۃ النصر کے نزول کا وقت

سورۃ النصر کے نزول کے وقت کے بارے میں مفسرین نے مختلف روایات لکھی ہیں: جو ذیل میں مختصرًا لکھی جاتی ہیں:

الف: فتح مکہ آٹھویں سال رمضان المبارک کے مہینے میں ہوئی ، بعض کہتے ہیں:یہ سورہ ہجری کے دسویں سال میں نازل ہوئی، کہا جاتا ہے کہ اس سورت کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ ستر دن اس دنیا میں رہے، اور ماہ ربیع الاول ۱۰ ہجری کو رحلت فرماگئے، اسی لیے اس سورت کو سورہ "تودیع" کہا جاتا ہے ۔

ب: بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ: یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی،جس کا خدا نے نبی ﷺ سے وعدہ کیا تھا، جیسا کہ سورۃ القصص میں

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے! "اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلۡ رَّبِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَنۡ جَآءَ بِالۡهُدٰی وَ مَنۡ هُوَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ۝۸۵"(سورہ قصص آیت: ۸۰)

ترجمہ:"بے شک جس نے تجھ پر یہ قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھے ایک عظیم الشان لوٹنے کی جگہ کی طرف واپس لانے والا ہے".

اس سورت میں اس کے علاوہ خداتعالی پیغمبر اسلام کو فتح مکہ کی بشارت دیتا ہے، خوشخبری یہ بھی دیتا ہے کہ رب اس فتح میں پیغمبر اسلام کی مدد کرے گا ، اور لوگ گروہ گروہ جوق درجوق دین اسلام میں داخل ہوں گے، تاکہ ان میں سے بہت سارے اس کے مددگار بن جائیں، جب کہ اس سے پہلے وہ رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمن تھے.

مفسرین اپنی تشریحات میں لکھتے ہیں کہ:فتح کی اطلاع دینا اس کے وقوع سے پہلے دراصل یہ نبوت کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے، امام فخر رازیؒ اس قول کو زیادہ صحیح سمجھتے ہیں.

ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ:یہ سورہ منٰی حجۃالوادع میں نازل ہوئی، پھر آیۃ: " اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ...."(مائدہ:۳)نازل ہوئی ،اس آیت کے بعد رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں اسی (۸۰)دن رہے، پھر سورہ نساء کی آیت کلالۃ نازل ہوئی،(۱۲ و ۱۷۶) اور آپﷺ کی عمر کے پچاس (۵۰) دن باقی تھے،پھر آیت: "لَقَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ...."(توبۃ :۱۲۸ اور ۱۲۹) نازل ہوئی، اور حضور ﷺ مزید پینتیس دن زندہ رہے، پھر آیت: "وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِیۡهِ اِلَی اللّٰهِ ۝...."(سورہ بقرہ:۲۸۱) نازل ہوئی کہ اکیس (۲۱) دن آپﷺ کی رحلت میں باقی رہ گئے تھے، حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ: جب یہ سورت نازل ہوئی تو رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ میری وفات قریب ہے، اور میرا مقررہ وقت آچکا ہے (مسند احمد، ابن جزیر، ابن المنذر، ابن مردویہ) دوسری روایتوں میں جو ابن عباس ؓ سے منقول ہیں، یہ بیان کیا گیا ہے کہ رسول اللہﷺ کو اس سورت کے نزول سے معلوم ہوا کہ آپﷺ کو اطلاع ملی ہے کہ آپ کی وفات کا وقت قریب ہوگیا ہے(مسند احمد ،ابن حریر، طبرانی، نسائی، ابن ابئی حاتم، ابن مردویہ).

ام المؤمنین ام حبیبہ ؓ فرماتی ہیں کہ: جب یہ سورت نازل ہوئی تو رسول اللہﷺ نے فرمایا: کہ میں اس سال اس دار فانی کو الوداع کہوں گا، یہ سن کر فاطمہ ؓ رونے لگیں ، اس کے بعد آپﷺ فرمانے لگے:تم میرے خاندان میں پہلا فرد ہو جو مجھ سے ملو گی، یہ سن کر وہ ہنس پڑی،(ابن ابی حاتم،ابن مردویہ)بیہقی نے ابن عباس سے تقریبا اسی طرح کی روایت نقل کی ہے.

(c) ketabton.com: The Digital Library

بخاری وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے رسول اللہﷺ کے بزرگ صحابہ کے ساتھ اپنی مجلس میں بلایا، جو جنگ بدر میں شریک تھے، ان کی مجلس میں بلا کر بٹھا دیتے تھے،بعض بزرگوں کے لیے یہ عمل خوش آئند نہیں تھا، اس لیے انہوں نے احتجاج کیا اور کہا کہ ہمارے بھی اس کےعمر کے بچے ہیں ، تو ہماری مجلس میں صرف اس کی اجازت کیوں دے رہے ہیں، (امام بخاریؒ اور ابن جریرؒ نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے یہ کہا وہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ تھے، عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ علم کے لحاظ سے اس کے مقام سے خوب واقف ہیں، پھر ایک دن انہوں نے بدر کے شیوخ کو بلا یا اور مجھے بھی اپنے ساتھ لائے، میں نے محسوس کیا کہ اس دن مجھے بلانے کی وجہ یہ ہے کہ عمرؓ انہیں یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ وہ مجھے مجلس اور اجتماع میں جانے کی اجازت کیوں دیتے تھے، جہاں وہ خود موجود ہوتے تھے،گفتگو کے دوران حضرت عمرؓ نے بدر کے بزرگوں سے پوچھا کہ"اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ" کے بارے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کچھ نے کہا : اس سورت میں همیں هدایت کی گئی هے که جب خدا کی مدد آئے اور فتح نصیب هو تو پاکیزگی کےلیے الله تعالی کی حمد وثناء بیان کریں، او راس سے استغفار کریں، بعض نے کها: اس سے مراد شهروں اور قلعوں کی فتح هے، اور کچھ خاموش تھے، اس کے بعد عمرؓ میری طرف متوجه هوئے اور کهنے لگے: کیا ابن عباسؓ کی رائے تمهاری طرح هے؟ میں نےکها : نهیں، انهوں نے پوچھا آپ کی کیا رائے هے؟ میں نے عرض کیا که میری سمجھ یه هے که اس سے مراد آپ کی وفات هے .

درحقیقت اس سوره میں رسول الله صلی الله علیه وسلم کو بتایا گیا هے که جب الله کی مدد آئے گی تو فتح ونصرت ملی گی، یه اس بات کی علامت هے که آپ کی رسالت کی مدت پوری هوچکی هے ، اور اس کے بعد آپؐ الله کو پاکیزگی کے ساتھ یاد کریں، اور اس سےاستغفار کریں، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا که: میری رائے بھی یهی هے، ایک اور روایت میں اضافه هے که عمرؓ نے پھر بزرگوں کی طرف متوجه هو کر کها که تم مجھ پر کیسے الزام لگا سکتے هو، جب که تم نے خود اس نوجوان کو اس مجلس میں لانے کی وجه دیکھ لی ، (بخاری ، مسند احمد، ترمذی ، ابن جریر، ابن مردویه، بغوی ، بیهقی وا بن المنذر).

دوسری حدیث جو ابن عباسؓ سے روایت کی گئی هے که انهوں نے کها: جب سوره نصر نازل هوئی تو رسول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا: " اس کے نزول کے ساتھ مجھے میری وفات کی خبر دی گئی هے" ،

(c) ketabton.com: The Digital Library

صحابه کرام ؓ بھی اس معنی پر متفق ھیں، اور انھوں نے اس مفھوم کو اس بات سےسمجھا که اس میں تسبیح اور استغفار کرنے کا حکم اس بات کی دلیل ھے که دعوت پھنچانے کا کام مکمل ھوچکاھے ، یه بذات خود اس بات کا تقاضا کرتی ھے کہ پیغمبر حق حضرت محمد صلی الله علیه وسلم اس دنیا سے رخت سفر باندھیں، روایت ھے که جب یه سورت نازل ھوئی تو رسول الله صلی الله علیه وسلم نے خطاب کرتے هوئے فرمایا: " إن عبدا خیره الله بین الدنیا وبین لقائه والآخرة فاختار لقاء الله" ترجمہ : بے شک الله نے بندے کو دنیا، آخرت اور اپنی ملاقات میں اختیار دیا، پھر اس نے الله سے ملاقات کا انتخاب کیا" ۔

محترم قارئین :

الله نے اپنے نبی کو جس چیز کی بشارت دی تھی وہ پوری ہوئی، لیکن جو حکم الله تعالی نے فتح ونصرت کے بعد اپنے نبی کو دیا وہ یہ ہے کہ نبیؐ اس چیز پر اس کا شکر ادا کریں ، اور خدا کو پاکیزگی کے ساتھ یاد کریں ، اور الله تعالی سے مغفرت طلب کریں، دین کی فتح ہوگی، اور اس کی کامیابی میں اضافہ ہوگا، کیونکہ شکر ادا کرنا، تعریف کرنا اور استغفار کرنا کامیابی میں اضافہ کا ذریعہ ہیں، شکر ادا کرنے کی مثال، الله تعالی فرماتاہے: " لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ " (سوره ابراہیم : ۷) ترجمہ: "اگر تم شکر کروگے تو میں تمہیں اور زیادہ دونگا "۔

بے شک اسلام کی عظمت رسول الله صلی الله علیہ وسلم کے زمانے میں، اور خلفاء راشدین کے دور میں اور اس کے بعد ایسی عظمت اور فتح پہنچی کہ ادیان آسمانی میں سے کوئی بھی اس تک نہیں پہنچا، اور لوگ اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ دوسرے ادیان سے اتنے متاثر نہیں ہوئے۔

انسان کو اپنی فتح پر شکر گزار ہوناچاہیئے، فتح کے بعد اکثر لوگ فخر اور تکبر کا شکار ہوتے ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ فتح ان کی خوبیوں اور صلاحیتوں کا نتیجہ ہے، دوسروں سے خود کو برتر محسوس کرتے ہیں ، اور مراعات لینا چاہتے ہیں ۔

دوسروں کے ساتھ برتاؤ میں ان میں غرور اور خود پسندی نظر آتی ہے، لیکن انسان کو ہمیشہ الله کی یاد میں مصروف رہنا چاہئیے، کسی فراموشی کے بغیر اس کے راستے پر چلے، بغیر کسی جرم کے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے بغیر کسی بغاوت کے ، یقیناً بہت کم لوگوں میں یہ صفات ہوتی ہیں۔

دوسرا نکتہ جو مفسرین اس سورت کی تفسیر میں لکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

رسول اللہﷺ کی وفات کا وقت قریب آرہا ہے، اور چونکہ آپ کی زندگی بہت قیمتی تھی، اس لیے اللہ تعالٰی نے اس کی قسم کھائی ہے، اور اہم امور جیسے:نماز ، حج وغیرہ کو استغفار کرنے پر معاف کردیتا ہے، لہذا خدا کا اپنے نبی کو حمد و ثنا کرنے اور خدا تعالٰی سے معافی مانگنے کا حکم اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی زندگی کا وقت ختم ہوگیا ہے، چنانچہ رب سے ملنے کی تیاری رکھیں، اور اپنی زندگی کو بہترین چیزوں کے ساتھ اختتام تک پہنچائیں، سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ: اس سورت کے نزول کے بعد تمام جزیرۃ العرب اوردیگر غیر عرب قبائل مسلمان ہوگئے، انہوں نے اللہ کے دین کو دل سے قبول کیا ، رب کی تسبیح و تقدیس اور حمد و ثنا کی، اس کے دربار کی طرف رجوع کیا، اور جوش و خروش کے ساتھ اسلام کی آزادی کی خوشی کا خیر مقدم کیا، دین اسلام سے مراد وہ دین ہے جسے یہ آیات بیان کرتی ہیں(سورہ آل عمران:١٩ اور ٨٥)

"دین اسلام کے علاوہ کسی سے کوئی دین قبول نہیں، اور جو ایسا کرے گا وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا"(تفہیم القرآن اور تفسیر فرقان)

سورۃ النصر کی آیات، الفاظ اور حروف

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے "سورۃ النصر" مدنی ہے، اس کا ایک(١) رکوع، تین آیتیں، انیس(١٩) الفاظ، بیاسی(٨٢) حروف اور چونتیس(٣٤) نقطے ہیں۔

(واضح رہے کہ سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراء مختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کےلیے سورہ "طور" تفسیر احمد کی طرف رجوع کریں)

مفسرین کے اجماع کے مطابق یہ سورت مدنی سورتوں میں سے ہے ۔

سورۃ النصر اور کافرون کے درمیان ربط و مناسبت

سورۃ الکافرون میں مذکور ہے کہ دین اسلام اور اسلام کے علاوہ دین ایک دوسرے سے بلکل مختلف ہیں ، اور یہ کہ کفار کے دین اور مذہب کو ختم ہونا ہے، یہ سورت دین اسلام کی فتح و ظفر اور عوام الناس کے دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہونے کی خبر دیتی ہے۔

سورۃ النصر کے نزول کے اسباب

عبدالرزاق نے "مصنف" میں عمر اور زہری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہﷺ فتح مکہ کے وقت اس شہر میں داخل ہوئے، اور آپﷺ نے خالد بن ولید کو اس شہر کے نچلے علاقے کی طرف بھیجا، اور وہ معزز آدمی (خالد) کا اپنی فوجوں کے ساتھ اس علاقے میں قریش کے چند فوجوں سے آمنا سامنا ہوا، اور اور ان سے جنگ ہوئی، اللہ تعالٰی نے مشرکین کو شکست دی اور مسلمانوں کی فتح ہوئی، اس وقت مسلمانوں نے اپنے ہتھیاروں کو نبی ﷺ کے حکم کے مطابق شکست کھانے والوں کی گلے سے ہٹالیا، پھرمشرکین نے اسلام قبول کیا ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورة النصر کے عمومی موضوعات

اس سورت کے عمومی موضوعات یہ ہیں:

1 - فتح مکہ اور نبی آدم پر خدا کا احسان ۔

2 - لوگوں کے ایمان لانے کی پیشین گوئی ۔

3 - نبیﷺ کی رحلت کی طرف اشارہ ۔

4 - انسان کا عظمت والے رب کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا ۔

5 - خدا تعالٰی کا توبہ قبول کرنا اور اس کی لامتناہی رحمت اور فضل ۔

سورت کا موضوع

یہ سورت ہجرت کے بعد نازل ہوئی،جس میں رسول اللهﷺ کو فتح کی عظیم بشارت دی گئی، جوکہ فتح مکہ اور اس کے بعد لوگوں کا گروہ اور ٹولیوں کی شکل میں اسلام کے مقدس آغوش میں آنا ہے، اس عظیم نعمت کے شکرانے کے طور پر نبی کریمﷺ کو حمدوثناء اور استغفار کی دعوت دی گئی، اگرچہ اسلام میں بہت سی فتوحات ہوئیں،لیکن فتح مکہ کے علاوہ مندرجہ بالا خصوصیات کے ساتھ کوئی فتح نہیں ہوئی، خاص طور پر یہ کہ بعض روایات کے مطابق عربوں کا عقیدہ تھا کہ اگر رسول اللهﷺ مکہ کو فتح کرکے اس پر غلبہ حاصل کرلیں تو یہ ان کی صداقت کی دلیل ہوگی،بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ سورت"صلح حدیبیہ"کے چھٹے سال ہجرت کے بعد اور "فتح مکہ" سے دوسال پہلے نازل ہوئی تھی، لیکن تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ"إِذَا جَآءَ نَصۡرُ ٱللَّهِ وَٱلۡفَتۡحُ"سے مراد فتح مکہ ہے، اور یہ اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اور اس بات کو لفظ"إِذَا جَآءَ" سے جانتے ہیں کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی،تفسیر "روح المعانی" میں "بحر المحیط"کے حوالے سے ایک روایت ہے جو اس حقیقت سے متفق ہے کہ اس سوت کا نزول "غزوہ خیبر"سے واپسی کے بعد بیان ہوا ہے،اور فتح خیبر فتح مکہ سے پہلے تھا جو کہ مشہور و معروف ہے۔

اسی طرح تفسیر"روح المعانی" میں عبد بن حمید کی سند کے مطابق حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللهﷺ اس سورہ کے نزول کے بعد دو سال تک حیات رہے، اس روایت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی تھی، کیونکہ فتح مکہ سے لے کر رسول اللهﷺ کی وفات تک کا عرصہ دو سال سے کم تھا،(یہ اس صورت میں ہے کہ رسول اللهﷺ کی وفات ۱۰ ہجری کو ہوئی، جب یہ سن ۱۱ ہجری میں ہوئی، کیونکہ سن ۱۰ ہجری کو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حج کے فرائض ادا کیے، اور سن ۱۰ ہجری میں حجتہ الوداع ہوئی، پس وفات کا سال ۱۱ ہجری ہوا)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

فتح مکہ رمضان المبارک کے مہینے میں ۸ ہجری میں ہوئی، اور نبی کریم ﷺ کی وفات ربیع الاول کے مہینے میں سن ۱۰ ہجری میں ہوئی،(سن ۱۱ ہجری کو آنحضرت کی وفات کا سال ہے کیونکہ ۱۰ ہجری حجتہ الوداع ہوا ہے جو کہ ذوالحجہ کے مہینے میں ہے، کہ ربیع الاول کے بعد ہے) اس لیے اس کا مفہوم جو بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ سورت فتح مکہ یا حجتہ الوداع کے وقت نازل ہوئی تھی، وہ یہ ہے کہ رسول اللہﷺ نے اس وقت صحابہ کرام کو پڑھ کر سنائی، تو لوگوں نے سمجھا کہ یہ ابھی نازل ہوئی ہے (مزید معلومات کے لیے مراجعہ فرمائیں: "بیان القرآن"کی طرف) .

حدیث مبارکہ میں ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی، اور رسول اللہﷺ نے صحابہ کو سنائی تو وہ سب خوش ہوئے، اس موقع پر حضرت عباسؓ نبیﷺ کے چچا یہ سن کر رو پڑے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، رسول اللہﷺ نے حضرت عباسؓ سے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت عباسؓ نے رسول اللہﷺ کے جواب میں فرمایا: میرا خیال ہے کہ آپ کی وفات کی خبر اس سورت میں دی گئی ہے، رسول اللہﷺ نے فرمایا: مطلب وہی ہے جو آپ کہتے ہیں۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سُوْرَةُ النَّصْرِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۳

سورت کا ترجمہ

إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۱	جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے
وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۲	اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہورہے ہیں
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۳	تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ،یقینا وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے

لغات اور اصطلاحات کی تشریح

"اِذَا جَآءَ" جب وہ آیا، جس وقت آیا،"نَصْرُ اللّٰهِ" مؤمنین کے لیے اللہ کی مدد و نصرت ، دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لیے "الفتح" کامیابی ، اس سے مراد فتح مکہ ہے، جس کے بعد جزیرۃ العرب میں بت پرستی کا خاتمہ ہوا، اور اسلام دنیا کے دوسرے ممالک میں پھیلنے کے لیے تیار ہو گیا، "و رایت" اور دیکھا، "ناس " لوگ ، "یدخلون"دخل کے مادہ سے بمعنی : داخل ہوتے ہیں، اندر آتےہیں ، "فی دین اللہ "خدا کا دین، یہاں اس سے مراد خدا کی تدبیر اور خدا کا راستہ ہے، "افواجا" جمع فوج ، فوج در فوج ، جماعت جماعت، گروہ گروہ، "سبح" تسبیح کہیے، دعا کریں، "استغفرہ": (غِفر) اس سے استغفار کرو، اپنی قوم کے ایمان کی کمی کی آرزو اور شدید دکھ کے لیے معافی مانگنا، (ملاحظہ فرمائیں: انعام: 33، حجر: 97، ھود: 12، فاطر : 8، محمد: 19، فتح:

2) "تَوَّابًا " توّاب، توبہ کے مادہ سے ہے، در اصل توبہ، أوبہ تھا، اور "اوبہ " کا ہمزہ "ت" سے بدل گیا تو "توبہ" ہوا، یعنی : انسان جس راستے پر ہے اس سے واپس آکر توبہ کرنے والا بن جاتا ہے ، البتہ خدا تعالی بھی توبہ والا ہے، لیکن خدا کی توبہ کی نوعیت اور انسان کی توبہ کی نوعیت میں فرق ہے، انسان کی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ: وہ جس راستے پر ہے اس سے پلٹ جائے اسے خدا نے اس پر متوجہ کیا یا خود اس کو ادراک ہوا، یا کوئی نیک آدمی اس کے راستے میں آکر کہے کہ تم سے غلطی ہورہی

(c) ketabton.com: The Digital Library

ہے، تو وہ توبہ کرکے واپس آجاتا ہے،لیکن خدا کا توبہ یہ نہیں ہے کہ وہ کسی رستے پر چلے پھر اس سے واپس ہوجائے، اللہ تعالٰی کا تواب ہونا در اصل بندے کی توبہ کے لیے اس کی بے تابی ہے، خدا کی توبہ کا ایک معنی یہ ہے کہ بندوں کو توبہ کی توفیق دیتا ہے، اور دوسرا معنی توبہ کی قبولیت ہے، پس اللہ تعالٰی توبہ کی توفیق بھی دیتا ہے اور توبہ قبول بھی کرتا ہے۔

ملاحظہ:

اعراب مکہ کے دو بڑے قبیلے بنو بکر اور خزاعہ تھے، جو اسلام کے بعد بنو بکر کفار کی حفاظت میں تھے، اور خزاعہ مسلمانوں کی حفاظت میں تھے، ان کا عہد و پیمان تھا کہ خصم کی حفاظت میں ایک دوسرے کی خلاف ورزی نہیں کریں گے،لیکن کافروں نے خیانت کی اور قبیلہ بنو بکر کے لوگوں کو خفیہ طور پر قبیلہ خزاعہ کے لوگوں کو قتل کرنے کے لیے بھیجا، قبیلہ خزاعہ نے رسول اللہﷺ سے شکایت کی کہ انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا ہے، آپﷺ مدینہ میں تھے، اہل مکہ کو بتائے بغیر آپؐ نے اپنے اصحاب کا لشکر اکٹھا کیا اور مکہ کی طرف روانہ ہوئے، چنانچہ مکہ میں داخل ہونے سے پہلے حکم فرمایا کہ مکہ کے اردگرد کے تمام پہاڑیوں میں آگ کے شعلے بھڑکائیں، تاکہ کفار مکہ پر دہشت اور وحشت طاری ہو، اس کے بعد مکہ میں داخل ہوئے تو کفار بغیر مزاحمت کے پیچھے ہٹ گئے، خانہ کعبہ میں موجود" ۳۶۰ "بتوں کو اللہ کے فرمان کے مطابق توڑنے کا حکم فرمایا، یہ واقعہ سن ۸ ہجری کو پیش آیا ، اور ۹ہجری میں فتح مکہ کے بعد تمام عرب اور قبائل ایمان لائے اور مسلمان ہوگئے، اور یہ سال الوفود کے سال کے نام سے مشہور ہوا،رسول اللہﷺ ۱۰ ہجری کو جس وقت حجتہ الوداع کے لیے تشریف لے گئے، اس وقت پور ا جزیرہ العرب اسلام کی حکمرانی میں تھا، اور پورے خطے میں کوئی شرک باقی نہیں بچا تھا۔

سورت کی تفسیر

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۙ○	جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے

یعنی: اے محمدﷺ! جب اللہ تعالٰی کی طرف سے فتح تمہارے دشمنوں قریش کے خلاف ظاہر ہوجائے، اور مکہ تمہارے دشمنوں قریش کے خلاف ہوجائے، اور مکہ تمہارے لیے کھول دیا جائے، یعنی:حق تعالٰی تجھے وسعت عطا کردے، دلوں، آنکھوں اور کانوں کو حق قبول کرنے کے لیے کھول دے، مکہ مکرمہ اور دوسرے شہروں کو آپﷺ کے ہاتھوں فتح کرائے،مفسرین نے کہا: فتح مکہ کا اس کے وقوع سے پہلے خبر دینا، غیب کی خبر دینا ہے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

یہ نبوت کے آثار میں سے ہے ۔
نصر:اس سے مراد اس بات کی تصدیق ہے کہ دشمنوں کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو ان پر فوقیت حاصل ہے،"فتح" دشمنوں کی سرزمین کو فتح کرنا اور ان کے گھروں میں داخل ہونا، نیز ان کے دلوں کو حق قبول کرنے کے لیے کھولنا ہے، پس "نصر" اور "فتح" میں فرق یہ ہے کہ: نصر: ایک سبب کی طرح ہے"فتح" کے لیے ، اسی وجہ سے نصر ذکر پہلے کیا گیا اور پھر فتح کو اس پر عطف کردیا، خدا کی مدد کا انحصار لوگوں کی دین کی مدد پر ہے، "اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ"(محمد آیت:٧)، لفظ "تواب" گیارہ مرتبہ قرآن کریم میں آیا ہے، نو،٩ مرتبہ لفظ رحمت کے ساتھ مذکورہوا ہے "تَوَّابًا رَّحِيمًا" اور ایک بار حکمت کے ساتھ،(سورہ نساء آیت:١٧)صرف ایک مرتبہ اس سورت میں آیا ہے۔
حقیقی فتح و نصرت اللہ کی طرف سے ہے، اس لیے ہمیں اوزاروں آلات اور انسانی قوت پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ممکن ہے تمام اسباب اور و سائل ہوں،لیکن پھر بھی شکست کھا جاؤ،"وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ"(آل عمران:١٢٦)

وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۙ‏٢	اور تو لوگوں کو دیکھے کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہورہے ہیں

یعنی: اے نبیﷺ!نصرت اور فتح آنے کے بعد، آپ دیکھیں گے عرب اور غیر عرب دونوں کو گروہ گروہ اور ٹولیوں کی مشکل میں کہ دین میں داخل ہوں گے، کہ تجھے اللہ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا ہے، یاد رہے کہ فتح مکہ سے پہلے لوگ ایک ایک کرکے اسلام قبول کرتے تھے،لیکن فتح مکہ کے بعد، جوق در جوق اسلام قبول کریں گے،مفسر ابن کثیر کہتے ہیں کہ:عرب قبیلے فتح مکہ کے منتظر تھے اور کہتے تھے کہ : اگر اپنی قوم پر غالب آجائے گا تو معلوم ہوگا کہ پیغمبر ہے، چنانچہ جب اللہ تعالٰی نے ان کے لیے مکہ کو کھول دیا تو لوگوں نے گروہ گروہ اسلام قبول کرلیا، اور ابھی فتح کو دو سال نہیں ہوئے تھے، کہ پورا جزیرۃ العرب ایمان کے سایہ میں متحد ہوگیا، اور تمام قبائل اسلام کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے (مختصر:٦٨٧) قرطبی کہتا ہے کہ: "اذا" بمعنی "قد" ہے، یعنی: "قد جاء نصر اللہ"کیونکہ یہ سورہ بعد فتح مکہ نازل ہوئی ہے۔
سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ: رسول اللہﷺ کے مکہ فتح کرنے کے بعد عربوں نے کہا:لیکن اب جب کہ محمدﷺ اہل حرم پر غالب آگئے اور کامیاب ہوگئے،

(c) ketabton.com: The Digital Library

جب کہ اللہ تعالٰی نے انہیں اصحاب فیل کے حملے سے محفوظ رکھاتھا، یہ خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ محمدﷺ حق پر ہیں، لہذا انہوں نے لڑائی اور مزاحمت کرنا چھوڑدیا، اور یکے بعد دیگرے بڑے بڑے گروہوں کی شکل میں اسلام میں داخل ہوگئے، اور یہ لہر ایسی تھی کہ: ایک قبیلہ مکمل طور پر اسلام میں داخل ہوجاتا، جمہور فقہا اور بہت سے علمائے دین کی یہ رائے ہے کہ:تقلیدی ایمان درست ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی نے ان گروہوں کے ایمان کے صحیح ہونے کا حکم دیا ہے جو کہ ایک تقلیدی ایمان تھا، اور اسے نبیؐ پر اپنے سب سے بڑے احسانات میں شمار کیا ہے، اگر ان کا ایمان درست نہیں ہوتا تو اس موقع ان کا تذکرہ نہیں فرماتے۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ○٣	تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس سے بخشش مانگ،یقینا وہ ہمیشہ سے بہت توبہ قبول کرنے والا ہے

یہ آیت رب کی تسبیح بیان کرنے کا حکم دیتی ہے، اور اس کے ساتھ حمد کو جمع کیا ہے، ہم ملاحظ کرتے ہیں کہ! قرآن کریم نے تکبیر اور تحمید سے زیادہ خدا کی تسبیح کا حکم دیا ہے، لفظ"تسبیح" قرآن کریم میں الفاظ تکبیر اور تحمید سے زیادہ آیا ہے،"فَسَبِّحْ بِحَمْدِ" پس تسبیح کرو،حمد کے ساتھ ،یعنی:نیکی کرکے برائی کو چھوڑنا، یعنی:کمزوریوں اور عیبوں کو چھوڑ کر کمالات اور اقدار کی طرف جانا،تسبیح ان کوتاہیوں کے لیے جو ہوئی ہیں، اور حمد ان کامیابیوں کے لیے جو حاصل ہوئی ہیں، "فَسَبِّحْ بِحَمْدِ" سبحان اللہ و الحمدللہ، کتنا خوبصورت ہے، جب ہم اسے زبان پر جاری کرتے ہیں تو ہم یہ ذہن میں رکھیں کہ مجھے عملی طور پر خامیوں اور کمزوریوں سے دور رہنے اور خوبیوں اور کمالات کی طرف جانے کے راستے پر چلنا چاہیے، ہمیں ہمیشہ ایسا ہونا چاہیے، حمد سے مراد اللہ تعالٰی کی تعریف بھی ہے اور اس کا شکر ادا کرنا بھی ہے، اور تسبیح سے مراد اللہ تعالٰی کو پاک اور منزہ قرار دینا ہر لحاظ سے۔

"وَاسْتَغْفِرْهُ" اور اس سے معافی مانگو، اپنے رب سے کہو کہ: اس خدمت کو انجام دینے میں اگر کوئی غلطیاں،کوتاہیاں اور سہو سرزد ہوئے ہیں، تو ان سے درگزر فرمادے۔

اللہ کی تسبیح، فتح کے عظیم واقعات کے بارے میں حضورﷺ کی خوشی کی طرف اشارہ کرتی ہے، جو آپﷺ یا لوگوں میں سے کسی کے خیال میں بھی نہیں آئی تھی، اپنی بہترین کاریگری اور اپنے نبیﷺ کے ساتھ روح کو حوصلہ

(c) ketabton.com: The Digital Library

دینے والا رویہ، اور ان پر خدا کا عظیم احسان ام القری کی فتح اور نصرت پر"اس سے معافی مانگو" اپنی کوتاہوں کے لیے،تواضع اور انکساری کے طور پر اللہ کے لیے ، اپنے عمل کو چھوٹا اور حقیر جاننا، نیز اپنی امت کو یہ بات سکھانے کے لیے(یقینا اللہ تعالی توبہ قبول کرنے والا ہے) یعنی:یہ اس کی شان ہے کہ استغفار کرنے والوں کی توبہ قبول کرے، اور ان کی طرف رحمتوں کے ساتھ آئے۔

حتی کہ پیغمبر بھی، خواہ کتنی ہی تسبیح اور تعریف کرے، اسے اس کے آخر میں استغفار کرنا چاہیے۔

" اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا" وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔

مسلمانوں کو اس عظیم فہم سے آگاہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم مسلمانوں کو ہمیشہ یہ سکھاتا ہے کہ وہ کسی عبادت، یا اپنے دین کی خدمت کو بڑا کام نہ سمجھیں، بلکہ اللہ کی راہ میں اپنی جان فدا کرنے کے بعد بھی یہ تصور کرلیں کہ:حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، نیز جب بھی انہیں کوئی کامیابی نصیب ہو تو وہ اسے اپنی صلاحیتوں کا نتیجہ نہ سمجھیں، بلکہ اسے خدا کا فضل سمجھیں، اور اس پر فخر اور تکبر کرنے کے بجائے عاجزی کے ساتھ اپنے رب کے سامنے سر جھکا دیں، پاکیزگی، توبہ اور معافی کے ساتھ اس کی تعریف کریں۔

جب بھی موت قریب محسوس ہو تو تسبیح پڑھنی چاہیے اور کثرت سے استغفار کرنا چاہیے: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہﷺ وفات سے پہلے یہ کلمات پڑھتےتھے، میں نے عرض کی کہ:یا رسول اللہﷺ یہ کون سے کلمات ہیں: جو آپ حال ہی بہت کثرت سے پڑھتے رہتے ہیں، آپؐ نے جواب دیا کہ میرے لیے ایک نشانی مقرر کی گئی ہے جب میں اسے دیکھوں تو ان کلمات کی پڑھنے کی طرف رجوع کروں، اور وہ نشانی یہ ہے:"اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ"(مسند احمد،مسلم،ابن حریر،ابن المنذر، ابن مردویہ)اس سے ملتی جلتی بعض دوسری روایات میں عائشہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ رکوع اور سجود میں یہ کلمات کثرت سے پڑھتے تھے : "سبحانك اللہ وبحمدك.استغفرك واتوب اليك"اور یہ ان کی طرف سے قرآن کی سورہ نصر کی تفسیر تھی(بخاری،مسلم،ابو داود،نسائی، ابن ماجہ، ابن جریر)۔

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہﷺ کی مبارک زندگی کے آخر میں ہمیشہ اور ہر وقت آپ کی زبان مبارک پر درج ذیل کلمات جاری تھے: "سبحان اللہ وبحمدہ" ایک دن میں نے عرض کی یا رسول اللہ!آپ یہ ذکر کثرت سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کیوں پڑھتے ہیں؟ فرمانے لگے:مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے، اور پھر انہوں نے یہ سورت پڑھی۔
عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی تو رسول اللہﷺ کثرت سے یہ ذکر کرنے لگے: "سبحانك الله وبحمدك، اللهم اغفرلی، سبحانك ربنا وبحمدك، الله اغفرلی إنك انت التواب الرحيم" (ابن حریر،مسند احمد،ابن ابی حاتم)ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد رسول اللہﷺ نے فرمایا:اس سورت کے نزول کے ساتھ آپﷺ آخرت کے لیے محنت اور کوشش، جدوجہد میں اتنے مصروف ہوگئے جو انہوں نے پہلے کبھی نہیں کی تھی(نسائی، طبرانی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)
حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس سورت کے نزول کے بعد رسول اللہﷺ عبادت میں زیادہ کوشش کرتے تھے، یہاں تک کہ آپﷺ کے پاؤں سوج جاتے تھے(قرطبیٰ)۔
صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سورہ " نصر" قرآن کی آخری سورت ہے، یعنی اس کے بعد کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی۔
بعض روایات میں بعض آیات کا نزول اس کی تروید نہیں کرتا،جس طرح فاتحہ سب سے پہلی سورت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ سے پہلے کوئی مکمل سورت نازل نہیں ہوئی تھی، اور سورہ مدثر اور مزمل کی چند آیات کا نزول سورہ فاتحہ سے پہلے نزول کی تردید نہیں کرتا۔
حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یہ سورہ حجتہ الوداع میں نازل ہوئی، اور اس کے بعد آیت: "اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ؕ۰ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِىۡ مَخۡمَصَةٍ غَيۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ‌ۙ۰ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۳ "(سورہ:مائدہ:۳)نازل ہوئی، اور ان آیات کے بعد رسول اللہ ﷺ صرف اسی دن دنیا میں رہے،(اور اسی(۸۰) دن کے بعد انتقال فرماگئے) اس کے بعد دو آیات کلالہ نازل ہوئیں، کہ اس کے بعد آپ کی عمر کے پچاس (۵۰)دن باقی رہے، پھر آیت: "لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ۱۲۸ "(سورہ توبہ آیت:۱۲۸)نازل ہوئی، اس کے بعد آپﷺ کی زندگی کے صرف تیس(۳۰) دن باقی تھے، پھر اس کے بعد آیت: "وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ‌۰ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ۲۸۱ "(سورہ بقرہ آیت: ۲۸۱)نازل ہوئی، اس کے بعد رسول اللہﷺ نے اکیسویں(۲۱)مقاتل کے روایت مطابق ساتویں دن وفات پائی،(قرطبی)

(c) ketabton.com: The Digital Library

تکبر: ہمارا عظیم رب(سورہ نحل کی آیت:۲۳)میں خاص خوبصورتی کے ساتھ فرماتا ہے: "خدا تعالٰی متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا" "تکبر کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو دوسرے لوگوں سے اعلٰی اور بلند سمجھے اور ساتھ ہی خود کو دوسرے لوگوں سے برتر سمجھے، اور دوسروں کو اپنی نظر میں چھوٹا جانے۔

قرآن عظیم سورہ اعراف کی آیت نمبر ۱۴۶ میں کہتا ہے کہ: "عنقریب جو لوگ زمین پر ناحق بڑائی کا دعوی کرتے ہیں، انہیں اپنی آیتوں پر ایمان لانے سے روک دوں گا " اور " جو لوگ بغیر کسی وجہ کے خدا کی آیات میں جھگڑتے ہیں، آخر وہ لوگ خدا اور مؤمنین کے غضب کا نشانہ بنتے ہیں، اور یہ اس طرح ہے کہ خدا ہر متکبر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے"(آیت:۳۵ سورہ غافر)

تکبر یہ ہے کہ:انسان اپنے آپ کو دوسروں سے اعلٰی سمجھے اور یہ گھمنڈ رکھے کہ وہ ان سے برتر ہے، اور دوسروں کو کم سمجھے، یہ تکبر بعض اوقات انسان کو خدا انبیاء اور رسولوں کو مقابلے میں سرکشی اور نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے، اور کبھی انسانوں اور اللہ کے بندوں کے درمیان خود کو برتر سمجھنے کا باعث بنتا ہے، کبر اور تکبر، استکبار:معنی میں ایک دوسرے سے قریب ہیں،کبر: ایک ایسی حالت ہے جس میں انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر اس صفت کے ساتھ متصف ہوجاتا ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان اپنی جان اور وجود کو دوسروں سے بڑ ھکر سمجھتا ہے، سب سے بڑا تکبر خدا کے سامنے حق کو قبول کرنے سے انکار، اور پوچھنے پر اسے تسلیم نہ کرنا ہے،(مفردات راغب اصفہانی)تکبر اور غرور خدا کی شریعت اور حکم میں بہت سنگین جرم ہے، خدا متکبروں پر بہت غضب ناک ہوتا ہے، لہذا تکبر اور غرور مسلمانوں کے مقابلے میں حرام ہیں، اور یہ ان قابل ملامت خصلت اور دلوں کی ان بیماروں میں سے ہے، جن کا علاج کیا جانا چاہیے۔

قرآن کریم میں تکبر کو سب سے زیادہ قابل مذمت انسانی خصلتوں میں سے ایک قرار دیا گیا ہے،بعض آیات میں لفظ"متکبر" کے ساتھ تصریح کی گئ ہے، وہ آیات جو دوزخ کو متکبروں کی جگہ کے طور پر متعارف کراتی ہے:"فَادْخُلُوٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ۲۹ "(سورہ نحل آیت:۲۹)ترجمہ: "پس جہنم کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ، ہمیشہ اس میں رہنے والے ہو،سو بلاشبہ وہ تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانہ ہے"۔

اور تکبر مسلمانوں کے جنت میں داخل نہ ہونے کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ فرمایا: "لایدخل الجنّة من کان فی قلبه مثقال ذرّةٍ من

(c) ketabton.com: The Digital Library

کِبرٍ"(مسلم: ۱۳۱) ترجمہ: " جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر اور غرور ہو جنت میں داخل نہیں ہوگا" جس دن خدا بندوں کو زندہ کرے گا اور حشر کے میدان میں جمع ہوں گے،متکبروں کو انتہائی ذلت آمیز حالت میں اٹھائے گا، ایک حدیث میں امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ يَوْمَ الْقِيامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ يغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ"(شکاۃ المصابیح: ۲/۲۶۳۵) شمارہ: ۵۱۱۲)

ترجمہ: "قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی طرح اکھٹے ہوں گے، جبکہ ذلت اور بدبختی انہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوگی"۔

"الذر" بمعنی چیونٹی کے ہیں، جس طرح عام طور پر لوگ ان چیونٹیوں پر توجہ نہیں دیتے، تو اسی طرح قیامت میں کوئی ان لوگوں پر توجہ نہیں دے گا، اور وہ پیروں تلے روندے جائیں گے۔

لہذا ہر مسلمان جس کو یہ مرض لاحق ہو اسے اس کے علاج و معالجے کے بارے میں سوچنا چاہیے، اور غرور و تکبر کے بجائے عاجزی اور انکساری کا راستہ اختیار کرنا چاہیے، اور جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالٰی کے نزدیک سب سے معزز و ہی ہے جو زیادہ متقی ہو،" إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ"(سورہ الحمرات: ۱۳)

ترجمہ: "درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ متقی" یعنی:تمہارے درمیان برتری اللہ کے نزدیک صرف تقوی کے ساتھ ہے، پس جس کے پاس تقوی ہے، وہ عزت و عظمت کا مستحق ہے، اس لیے حسب و نسب، دولت اور دنیاوی عہدوں پر فخر کرنا چھوڑ دیں۔

تقوی اور تکبر ایک دل میں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے ، اور جو تقوی والا ہو ، وہ تکبر اور غرور کی خصلت سے پاک ہے،اور جس کو یہ اندرونی بیماری ہے اسے چاہیے کہ توبہ کرے، اور مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے مقابلے میں تکبر اور غرور نہ کرے، تاکہ وقت گزرنے کے ساتھ یہ بیماری ٹھیک ہوجائے، اور عاجزی، انکساری کو اپنے دل میں جگہ دے، اللہ تعالٰی مؤمنوں کی صفات اس طرح بیان فرماتے ہیں: " أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ(سورۃ مائدہ 54) "یعنی: "مؤمنوں کے سامنے عاجزی اور کافروں کے سامنے سخت اور مضبوط ہیں"۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library